© rasailojaraid.com

دو تین شعر۔

نہ تھی قید کچھ کشت زرخیزی تک
که بنجر زمینوں پہ مینہ ان کا برسا

ادھر ان کی گفتار معجز نما تھی
ادھر ان کا کردار تھا حیرت افزا

مدینے میں بکھرا ہوا ہر طرف ہے
ترے خلق کا فیضِ عام اللہ، اللہ

آخر میں خلفائے راشدین کی شان میں منقبتیں بھی ہیں۔ یعنی تھوڑی سی جھلک وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ میں سے سرکردہ اکابر کی۔

کہیں کہیں جوشِ اظہار و جذبۂ بے تاب کے وفور سے بحر میں خلل رہ گیا ہے، بعض جگہ تلفظ کا معاملہ ہے، ممکن ہے کہ عاجلانہ کتابت سے ایسے تسامحات رہ گئے ہوں۔ مگر شاعری، خصوصاً نعت کی کتابت و طباعت اور خود مسودوں کی نظرثانی نہایت ضروری ہے۔

(ان - ص)

میزانِ اقبال: پروفیسر مرزا محمد منور ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی (پاکستان) ۱۳۹۔ اے نیو مسلم ٹاؤن لاہور۔ ناشر: خود مرزا صاحب موصوف۔ سفید دبیز کاغذ۔ ۲۳۲ صفات کی کتاب، مجلد مع سادہ، رنگین گرد پوش۔ قیمت ۵۵ روپے۔

اس میں کیا شک ہے کہ مرزا منور مدرسۂ اقبالیات کے بہت پرانے طالب علم ہیں، آغاز ۱۲-۱۳ برس کی عمر میں ہوا، اور پھر پورے تعلیمی دور فرائض میں بھی ایک طرف حکیم الامت سے استفادہ کرتے رہے اور دوسری طرف اس سیلِ معانی کو جُو کی طرح باریک تر بنا کر نوجوان طلبہ کے ذہنوں کی آبیاری کرتے رہے۔ کیا معلوم مرزا محمد منور صاحب کی محنتوں کے نتیجے میں اقبال شناسی کے کتنے ہی چلتے پھرتے چمنستان ہر طرف پھیلے ہونگے۔ پھر تقاریر ہوں یا تحریریں، اقبال کے نظریہ خودی اور اقبال کے مردِ مومن اور اقبال کے تصورِ شاہین کا پس منظر رکھتی ہیں۔

میزانِ اقبال کا اصل مبحث یہ ہے کہ یہ شاعر حکمت و صداقت جزوی حقائق و اشیاء میں کسی ایک طرف نہیں لڑھک جاتا بلکہ کلیت کے مقام پر اپنی دوبین شعور نصب کیے کائنات وحیات کی مجموعی یا توحیدی حقیقت کا مطالعہ کرتا اور پھر اس کا درس بذریعہ شعر ساری انسانیت کو دیتا ہے۔ اقبال کے اس شعر کو اگر فرسودہ تصور وحدت الوجود میں نہ ڈبو دیا جائے تو یہ وحدت وجود کا نہیں بلکہ وحدت نظم وجود کا آئینہ دار ہے۔

حقیقت ایک ہے، ہر شے کی نوری ہو کہ ناری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی تمام کے تمام موجودات جن قوانین میں بندھے ہوئے ہیں، مثلاً وجود، عروج، زوال اور فنا، یا گردش، کشش، مزاحمت، حرکت، روشنی، حرارت، تاریکی، یا فطرت کے خراد پر ان کا ایک خاص طرح کا پھل پھلا کر تکمیل پانا اور رتبۂ جمال تک پہنچنا، قانونِ نشوونما، ہر وجود اور حرکت کے لیے مقصد و غایت کا تعین، اور جمادات، نباتات حیوانات اور خصوصاً انسان کے لیے داخلی نظامِ دفاع اور خارجی آلات و قوائے دفاع، یہ چیزیں گواہ ہیں کہ ساری کائنات ایک نظامِ قانون کے تابع ہے، اس قانون کا ایک ہی مقنن ہے اور ہم سب ایک ہی خاندانِ مخلوق کے افراد ہیں۔

ماہمہ یک دودمانِ نارونور آدم و مہر و مہ و جبریل وحور

اسی حقیقت کو اپنے انداز سے نمایاں کرنے کے لیے محترم محمد منور صاحب نے علامہ اقبال کی شاعری میں "توازن کے پہلو کو کتاب کے مرکزی مضمون کی حیثیت سے لیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک ایسا جادۂ فکر اپنے لئے چنا ہے جس کی کمی کا پورا ہونا ضروری ہے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ہر شے آئین تناسب و توازن کی پابند ہے۔" ...... توازن و تناسب فقط جسمانی ڈھانچے ہی کے لیے ضروری نہیں، تخیل و فکر کے لیے بھی ضروری ہے۔"

تشریحاً" بیان کرتے ہیں کہ (علامہ اقبال) "جمہوریت کی اچھی باتوں کے قائل ہیں، مگر جب وہ استعماری روپ دھارتی ہے یا دو صد مغز خر کے شمار ہی کو معیار دانش قرار دیتی ہے تو وہ اسے معاف نہیں کرتے۔ وہ اشتراکیت کی اچھی باتوں کی تعریف کرتے ہیں مگر اسکی خداشناشی اور احترام روح آدمیت سے نا آگاہی پر سخت نکتہ چینی کرتے ہیں ... ان کا یہاں آزادی افکار کو تقلید اور تقلید کو آزادئ افکار درکار ہے۔" فارسی کے دو شعر لکھے ہیں:

از کلیمے سبق آموز کہ دانائے فرنگ جگرِ بحر شگافید و بہ سینانہ رسید

اقبال کی فکری و فنی وسعتِ نظر کا سبب ان کی وسعتِ مطالعہ تھا۔

ابوالاثر حفیظ جالندھری کا جملہ بہت اچھا ترجمانِ فن ہے علامہ کا کہ "اقبال پتھر کی بھاری چٹانیں اٹھالاتے ہیں مگر موتیوں کی طرح جڑ دیتے ہیں۔"

پروفیسر منور صاحب نے اقبال کے مردِ مومن کے متعلق ضربِ کلیم کے چار اشعار پیش کر کے بتایا ہے کہ انسانی شخصیت کے توازن کے کیا تقاضے اقبال کے سامنے ہیں۔ یہی ضرورت قرطبہ کے مردان حق کے تذکرے کی ہے جو صرف ایک شعر میں کیا گیا ہے۔

اس موضوع پر بڑی تفصیلی بحث ہے اور ہر سطر کو زیرِ توجہ لانے کا شوق بھی، مگر مجبوری!

دوسری قیمتی بحث پہلے مقالے میں ہے، یعنی کلام اقبال پر عربی ادب کے اثرات، مرزا صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا عربی میں خاصا وسیع مطالعہ ہے، خصوصاً شعروادب اور تاریخ میں۔ سو وہی اقبال کو پڑھتے ہوئے یہ جان سکتے تھے کہ اقبال کی شاعری کی نبض میں عربیت کا کیا اثر ہے۔ عربی کے اشعار اور آیات کا جو اثر کلام اقبال میں ہے، اسے واضح کرنے کے لیے مرزا صاحب نے ایک طرف عربی اشعار اور اصطلاحات کی روشنی میں دکھایا ہے کہ کہاں کہاں اقبال کی فارسی یا اردو شاعری کے پردے میں عربی بول رہی۔ اسی طرح اقبال کا کلام سامنے رکھ کر دکھایا ہے کہ اس میں حجازی لے کا ہونا کن علامات سے ثابت ہے۔ فاضل مقدمہ نگار ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم نے بھی اس باب پر توجہ صرف کی، اور کہا کہ کسی بھی زبان میں ہو (فارسی یا اردو) اقبال کے مطالب کی روح ہمیشہ عربی رہی۔ وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ عربی شاعری میں اور عربی سے متاثر ہونے والی شاعری میں ضعف، مسکینی اور نسائیت کبھی نہیں آئی، اور پھر اقبال کا یہ کہنا کہ لَے تو حجازی ہے مری، اس کے دو مفہوم ہیں: ایک یہ کہ کلام میں اسلامی روح شامل ہے، اور نوا کے اندر چھپی ہوئی عربیت بھی!

ڈاکٹر سید عبداللہ کے اس خلاصہ کلام سے زیادہ بہتر تبصرہ ہمارے بس میں نہیں ہے۔

تیسرا باب بھی بہت اہم ہے۔ کلام اقبال میں عجم کا مفہوم۔ بڑی جامع بحث اور ضروری افکار اور اقتباسات ہیں۔ اس طرح علامہ اقبال کی اردو غزل اور علامہ اقبال کی نظم نگاری، علامہ اقبال کا شعری آہنگ اور ضرب کلیم جیسی بحثوں کو گفتگو میں لائے بغیر آگے گزر جانا بہت تکلیف دہ ہے۔

مگر جو تکلیفیں مقدر ہیں سو بسروچشم

علامہ اقبال کو جوش ملیح آبادی کی نظروں کے واسطے سے دکھانا ایک فنی موضوع ہونے کے لحاظ سے تو برا نہیں، مگر جوش نہ اس طرز فکر کا شاعر ہے اور نہ اس سطح کا کہ اسے اقبال کے ساتھ بٹھایا جائے۔ ویسے جو کاوش پروفیسر صاحب نے کی وہ بجائے خود اہم ہے۔ البتہ ابوالاثر حفیظ جالندھری کو حضورِ اقبال میں دکھانا اس بنا پر درست ہے کہ حفیظ چاہے کیسی کیسی پگڈنڈیوں پر گزرتے رہے ہوں، بالآخر اس کی شاعری کا وزن فکری لحاظ سے اسی پلڑے میں پہنچا جو اقبال کے نام سے موسوم تھا۔ علامہ اقبال کے بعد جو بیسیوں شاعر اس کے نقوش قدم پر چلنے والے تھے ان میں مولینا ماہرالقادری، احسان دانش اور ابوالاثر حفیظ جالندھری کا مرتبہ خاصا بلند ہے۔

کتاب کے آخر میں اشاریہ ہے، پہلے اسماء الرجال کا، پھر کتب و رسائل کا، پھر اماکن کا، پھر اصطلاحات کا۔

"اقبالیات" کے لٹریچر میں یہ کتاب ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ (ن - ص)

© rasailojaraid.com